مولانا عبدالرحمن صاحب کیلانی

(قسط ۲)

# بنک کا سود

پچھلے شمارہ میں ہم تبلا چکے ہیں کہ بعض دوستوں نے بنک کے سود کو ربا سے خارج کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ربا یعنی شخصی سود اور بنک کے سود میں فرق پیدا کر کے بنک کے سود کے جواز میں کچھ دلائل پیش کیے ہیں۔ ان کا بالتفصیل ہم جائزہ لے چکے ہیں۔ آج ہم اس بحث کے دوسرے پہلوؤں کا جائزہ لیں گے۔

## پہلی دلیل سود اور تجارتی منافع

تجارتی سود کے جواز میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ جب اسلام نے سرمایہ کو عامل پیداوار تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یعنی اگر ایک شخص صرف سرمایہ لگاتا ہے اور دوسرا شخص اس سرمایہ سے تجارت کرتا ہے۔ اور اس پر محنت کرتا ہے، تو سرمایہ لگانے والا شخص بھی سرمایہ کا منافع وصول کرنے کا مجاز ہے۔ تو پھر آخر تجارتی سود کو کیونکر ناجائز سمجھا جاتا ہے۔

یہ دلیل کوئی نئی نہیں۔ دراصل یہ وہی مذکورہ دلیل ہے جو مدینہ کے سود خور یہودیوں نے آج سے چودہ سو سال قبل پیش کی تھی کہ "تجارت بھی تو آخر سود کی ہی طرح ہے"! اور آج یہی دلیل آج کا مسلمان بھی پیش کر رہا ہے۔ جب انسان مفاد پرستی اور ہوس زر کے لالچ میں اندھا ہو جاتا ہے۔ جو سود کا فطری نتیجہ ہے۔ تو بمصداق خوئے بندہ بہانہ بسیار۔ اس قسم کی دلائل پیش کرنے لگتا ہے۔ قرآن کریم نے ان کی اس دلیل کو مجنونانہ بکواس سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ ارشاد باری ہے۔!

اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ اس طرح (حواس

يَقُومُوا الَّذِينَ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۔ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۔ (۲/۲۷۵)

باختہ) اٹھیں گے۔ جیسے کسی کو جن نے لپیٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سود بھی تو (نفع کے لحاظ سے) تجارت ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ سودا بازی کو خدا نے حلال کیا ہے۔ اور سود کو حرام۔

وجہ یہ ہے کہ سود اور بیع میں فرق اتنا واضح ہے، جیسے ایک عام عقل کا آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ پھر اس میں نکتہ آفرینیاں پیدا کر کے سود اور تجارت کو ہم مثل قرار دینا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

## تجارت اور سود کا فرق

سود میں (خواہ وہ شخصی ہو، بنک کا ہو یا تجارتی ہو) اور تجارت میں درج ذیل باتوں میں فرق پایا جاتا ہے۔

(۱) سود ایک طے شدہ شرح کے مطابق یعنی منافع ہوتا ہے۔ جبکہ تجارت میں منافع کے ساتھ نقصان کا احتمال موجود ہوتا ہے۔ خواہ کوئی شخص یہ تجارت اپنے سرمایہ سے کرے یا مضاربت[1] کی شکل ہو۔

(۲) مضاربت کی شکل میں فریقین کو ایک دوسرے سے ہمدردی، مروّت اور مل جل کر کاروبار چلانے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور اس سے قومی پیداوار پر خوشگوار اثر پڑتا ہے جبکہ سود کی صورت میں سود خور کو محض اپنے مفاد سے غرض ہوتی ہے اور بعض دفعہ

---

[1] مضاربت تجارت کی وہ قسم ہے۔ جس میں ایک کا سرمایہ ہو اور دوسرا محنت کرے۔ مضاربت کی شکل میں اگر نقصان ہو جائے تو یہ نقصان سرمایہ دار برداشت کرے گا۔ اور محنت کش کی محنت ضائع ہو گی۔ جو سرمایہ کے مقابلہ پر برابر کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر مضاربت کی شکل یہ ہوتی ہے کہ سرمایہ دار اور محنت کش دونوں نفع و نقصان میں شریک سمجھے جاتے ہیں۔ یہ شرط خالصۃً سرمایہ دارانہ نظام کے ذہن کی پیداوار ہے۔ جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ وجہ یہ کہ اسلام محنت کے مقابلہ میں سرمایہ کی بالادستی کو تسلیم نہیں کرتا۔ الا یہ کہ سرمایہ دار محنت کنندہ پر یہ شرط عاید کرے کہ وہ فلاں کام یا فلاں کاروبار نہ کرے۔ ورنہ وہ (سرمایہ دہندہ) نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

سرمایہ دہندہ ایسے نازک وقت میں سرمایہ واپس لے لیتا یا اس کی فراہمی سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ جبکہ کاروبار کو سرمایہ کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن سرمایہ دار یہ سب کچھ اپنے ذاتی مفادات پر قربان کر دیتا ہے اور اس سے قومی معیشت سخت متاثر ہوتی ہے۔

(۳) اور سود اور مضاربت میں تیسرا فرق یہ ہے کہ مضاربت سے انسان میں ہمدردی مروّت اور احسان، جیسے اخلاق حسنہ پرورش پاتے ہیں۔ جبکہ سود سے خود غرضی، مفاد پرستی، زر پرستی اور سنگدلی جیسے اخلاق رذیلہ پروان چڑھتے ہیں۔ سود کی حرمت کی علّت بھی یہی رذیلہ اخلاق اور ہوس زر پرستی ہے، جس کی وجہ سے ایک سرمایہ دار بیٹھے بٹھائے ایک مقررہ منافع کی ضمانت چاہتا ہے۔ اور حالات خواہ کچھ ہوں وہ اس کی وصولی پر مصر ہوتا ہے۔ سودی نظام معیشت نے صرف ایک ہی، شائی لاک[1] پیدا نہیں کیا۔ بلکہ ہر دور میں ہزاروں شائی لاک پیدا ہوتے رہے اور آئندہ ہوتے رہیں گے!

## دوسری دلیل سود اور کرایہ جات

تجارتی سود کے جواز کی حمایت میں یہ دلیل بھی پیش کی جاتی ہے۔ کہ اگر سود یقینی منافع کی بنا پر ناجائز سمجھا جاتا ہے تو اسلام میں اور بھی کئی ایسی باتوں کا جواز ملتا ہے جہاں منافع بھی یقینی ہوتا ہے، پھر وہ جائز اور درست سمجھی جاتی ہیں۔

مثلاً مکانوں، دکانوں اور بعض دیگر اشیائے استعمال، مثلاً سائیکل اور کراکری کا کرایہ یا زمین کا لگان وغیرہ تو پھر آخر سود کو یقینی منافع کی بنا پر کیوں ناجائز قرار دیا جاتا ہے؟

یہ دلیل بھی ہمارے نزدیک "عذرِ گناہ، بدتر از گناہ" سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ کرایہ اور منافع دونوں الفاظ بالکل الگ الگ مفہوم کے حامل ہیں۔ تاہم ان کا فرق ذرا وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔

---

[1] ایک سنگدل یہودی سود خور جس نے ایک مقروض کو قرض دیتے وقت یہ شرط عائد کی تھی کہ اگر وہ مقررہ وقت تک اصل بمعہ سود ادا نہ کرے گا۔ تو وہ اس کی ران سے گوشت کاٹ لے گا اتفاق ایسا ہوا کہ مقروض کسی مجبوری کی وجہ سے اس سود خوار کی رقم بروقت ادا نہ کر سکا تو اس سنگدل شائی لاک نے فی الواقع اس کی ران سے بے دریغ گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا تھا!

**۱۔ ملکیت میں تبدیلی** کرایہ کی صورت میں اشیاء کی ملکیت تبدیل نہیں ہوتی۔ کوئی کرایہ دار مالک مکان یا دکان نہیں بن سکتا۔ نہ ہی اس میں مالک کی مرضی کے بغیر کسی قسم کے تصرف کا حق رکھتا ہے۔ جبکہ سرمایہ دار کی رقم جب سرمایہ دار سے جدا ہوئی تو وہ دوسرے کی ملکیت ہو گئی۔ اب وہ اسے جس طرح چاہے استعمال کرنے کا پورا حق رکھتا ہے اور جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے۔

**۲۔ ماہیت میں تبدیلی** کرائے کی اشیاء مثلاً مکان، دکان یا سائیکل وغیرہ کی بنیادی حیثیت برقرار رہتی ہے۔ جبکہ سرمایہ کی بنیادی شکل کو ختم کر کے اسے کسی دوسری شکل میں تبدیل کر دیا جاتا۔ جب تک اس کی بنیادی حیثیت کو تبدیل نہ کیا جائے، تجارت کا سود ہی ناممکن ہے۔ جبکہ سود کی شکل میں اس کی ختم شدہ حیثیت کو واپس لانا اور ساتھ سود بھی ادا کرنا ہوتا ہے۔

**۳۔ عوضانہ** کرایہ اور سود میں سب سے بڑا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ اشیاء کا مالک کرایہ کی رقم اس چیز کی ٹوٹ پھوٹ اور مرمت کے بالعوض وصول کرتا ہے کیونکہ اس کی نگہداشت اور بہبود مالک کے ذمہ ہوتی ہے۔ اِلاّ یہ کہ پہلے سے کوئی خاص شرط عائد کر دی جائے۔ جبکہ رقم کی صورت میں اس کی ٹوٹ پھوٹ یا مرمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سود کی رقم محض مدت کے بالعوض وصول کی جاتی ہے!

زمین کے لگان یا ٹھیکہ کا مسئلہ بھی کرایہ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ زمین کی صورت میں نہ اس کی ملکیت تبدیل ہوتی ہے اور نہ ماہیت، نگہداشت بھی مالک کے ذمہ ہوتی ہے۔ البتہ اس میں چونکہ ٹوٹ پھوٹ اور مرمت کا عنصر کم ہوتا ہے۔ لہذا بعض علما اسے سود کی مثل قرار دے کر اس سے اجتناب ہی کو بہتر سمجھتے ہیں اور بعض دوسرے اس صورت میں جائز سمجھتے ہیں۔ کہ اگر فصل کسی اتفاقی حادثہ کی وجہ سے کم پیدا ہو یا تباہ ہو جائے تو مالک زمین اس طے شدہ ٹھیکہ میں اسی قدر مناسب تخفیف کر دے یا معاف کر دے۔ اندریں صورت یہ بھی مضاربت ہی کی شکل بن جاتی ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اشیاء کے کرایہ یا ٹھیکہ اور سود میں مشابہت یا مماثلت کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اب تک ہم جن دلائل کا جائزہ لے چکے ہیں۔ ان کی حیثیت یا تو شرعی نقلی یا تاریخی۔

اب ہم حامیانِ سود کی اس دلیل سے تعارض کریں گے، جس کا تعلق سراسر معاشیات سے ہے۔

## تیسری دلیل۔ سود اور قومی معیشت

حامیان سود کی طرف سے سود کی حمایت میں یہ دلیل بھی بڑے شدّ و مدّ سے پیش کی جاتی ہے کہ سود ہی کی کشش کی وجہ سے لوگ بچت کرنے کے عادی ہوتے۔ اگر بنکوں سے سود ختم کر دیا جائے، تو لوگ بچت کرنا چھوڑ دیں گے۔ اور ہمارے بنک جو سرمایہ صنعتکاروں اور تاجروں کو فراہم کرتے ہیں۔ اس سے وہ قاصر رہیں گے۔ اور اس طرح قومی معیشت بُری طرح متاثر ہو کر رہ جائے گی۔!

اس دلیل پر تین پہلوؤں سے غور کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ کیا فی الواقع بچتوں کا محرک صرف سود ہی ہے۔!

ب۔ کیا انفرادی بچتیں قومی بچت کو متاثر کرتی ہیں۔

ج۔ اسلامی نظام معیشت میں بچتوں پر کیا اثر پڑے گا؟

اب ہم ان تنظیمات کا بالترتیب جائزہ لیں گے۔

**ا۔ بچت اور سود**

ہمارے خیال میں یہ مفروضہ ہی غلط ہے کہ لوگ محض سود کی کشش کی وجہ سے بچت کے عادی ہوتے ہیں۔ بچت کے اور بھی بہت سے محرکات ہیں جو سود سے قوی تر ہیں۔ جدید ماہرین معاشیات اس بات پر متفق ہیں کہ بچت کے بہت سے دیگر عوامل میں سے ایک عامل سود بھی ہے۔ جس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ مشہور برطانوی معیشت دان لارڈ کینز KEYNES نے اپنی کتاب "روزگار اور زر کا عام نظریہ[1]" میں بچت کے داخلی محرکات کا ذکر کرتے ہوئے آٹھ باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

(۱) اتفاقی حادثوں کے لیے پیش بندی۔

---

[1] The General Theory of Employment, Interest and Money P. 107

(۲) مستقبل میں متوقع اخراجات، لڑکوں کی تعلیم اور شادیوں کے اخراجات۔
(۳) بڑھاپے میں قوتِ کار کم ہو جانے کی وجہ سے آمدن محدود ہونا۔
(۴) احتیاج سے آزادی چاہنا۔
(۵) معیارِ زندگی میں اضافے کے خیال سے بچت کرنا۔
(۶) کاروبار کے لیے کچھ روپے بچا کر رکھنا۔ یا ورثاء کے لیے ترکہ چھوڑنے کی خواہش
(۷) طبعی کنجوسی کے سبب پس انداز کرنا۔
(۸) سود، بچت میں مزید اضافہ حاصل کرنے کے لیے۔!

گویا لارڈ موصوف نے سود کو بچت کے عوامل میں آٹھویں نمبر پر شمار کیا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ بچت میں مزید اضافے کا سبب جو کہ کوئی بھی متوقع آمدنی ہو سکتی ہے ضروری نہیں کہ وہ سود ہی ہو۔

لارڈ موصوف کے بعد مزید تحقیق کے نتیجے میں کئی اور محرکات بھی سامنے آئے ہیں۔ مثلاً سیاسی نظم و استحکام، صارفین کو قرض کی فراہمی، سابق معیارِ زندگی اور آمدنی میں اضافے کی رفتار وغیرہ وغیرہ۔ گویا یہ مفروضہ کہ "سود ہی کشش کی وجہ سے لوگ بچت کے عادی ہوتے ہیں" ایک ایسا مفروضہ ہے، جسے وہ ماہرین فن بھی کچھ اہمیت نہیں دیتے جن کے ہاں "سود حرام" بھی نہیں تو بھلا ہم ان حقائق کی روشنی میں اس مفروضے کو کیونکر درست تسلیم کر سکتے ہیں۔

## (ب) انفرادی بچت اور قومی بچت

جب ہر شخص بچت پر آمادہ ہو جائے تو ظاہر ہے عوام کی ضرورتِ خرید کم ہو جائے گی۔ اور جب اشیائے صرف کی خرید رک جائے گی۔ تو قومی معیشت ایک دوسرے انداز سے متاثر ہونا شروع ہو جائے گی۔ کساد بازاری کا دور شروع ہو گا۔ اور جو لوگ اشیائے صرف پیدا کرتے ہیں۔ ان کی آمدنی اور اسی طرح بچت اس حد تک مسدود ہو جائے گی جس حد تک انفرادی بچتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ بچت کے متعلق لارڈ کینز موصوف کا بھی یہی نظریہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

"قومی بچت انفرادی بچت سے متاثر نہیں ہوتی (یعنی انفرادی بچتوں میں اضافہ سے قومی بچت میں چنداں اضافہ نہیں ہوتا) جب معاشرہ کے چند لوگ بہت زیادہ بچت کرنے

لگتے ہیں تو دوسروں کی قوتِ پس اندازی کم ہو جاتی ہے۔ قومی بچت تب ہی برآمد ہو سکتی ہے۔ جب قومی آمدنی میں اضافہ ہو۔ لہٰذا تمام تر توجہ پیداوار اور وسائل پیداوار بڑھانے پر مرکوز کرنی چاہیے"!!

**(ج) اسلام اور نظریہ بچت**

اسلام نے اس مسئلے میں اعتدال کی راہ اختیار کی ہے! اسلامی نقطہ نگاہ سے کفایت شعاری ایک اچھی صفت ہے۔ لیکن بہ تکلف بچت، خواہ اس کا سبب سود کی کشش ہو یا کوئی دوسرا عامل، اگر کنجوسی اور بخل کی حد تک پہنچ جائے تو یہ ایک اخلاقی جرم ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے کسی ایک فرد کی ہوس زرپرستی کو تو تسکین مل سکتی ہے لیکن قومی معیشت بُری طرح متاثر ہوتی ہے۔ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ کفایت شعاری سے بچت کی جائے۔ پھر جو کچھ پس انداز ہو۔ اگر ہو سکے تو یہ سب کچھ فقیر اور محتاج لوگوں کی ضروریات پر خرچ کر دیا جائے۔ موجب ارشادِ باری تعالیٰ۔

| | |
|---|---|
| وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ | (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے لوگ پوچھتے ہیں، کیا کچھ خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجئے ؟ کچھ پس انداز ہو (سب ہی خرچ کر دو) |
| (۲/۲۱۹) | |

لیکن ایسا کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس پر اہل عزیمت اور متقی لوگ ہی عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان میں بچت کے بہت سے داخلی محرکات ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا اخلاقِ فطرت نے انسان کی اس کمزوری کا لحاظ رکھا ہے اور اس بچی ہوئی رقم کا ایک قلیل حصہ۔ یعنی اڑھائی فی صد بصورت زکوٰۃ، اللہ کی راہ میں فقراء و مساکین کی ضروریات پر خرچ کرنے کی پابندی عائد کی ہے۔ باقی ۳۹ حصے انسان بچا کر خود اپنے پاس بھی رکھ سکتا ہے۔ اور اسے مزید نفع آور کاموں یعنی تجارت وغیرہ میں بھی لگا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ۔ اس طرح انفرادی بچت میں جو فرق پڑے گا۔ وہ قومی معیشت پر نہایت خوشگوار اثر ڈالے گا۔ جس کی تفصیل ابھی بعد میں آئے گی۔

سود کے خاتمہ کی صورت میں ہمارے اندازہ کے مطابق بنک میں جمع ہونے والی رقوم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ عوام میں آج بھی ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو بنک کے سود کو حرام سمجھتا اور اس کے لین دین سے اجتناب کرتا ہے کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو اپنی رقوم محض اس لیے بنک کے چالو کھاتہ (Current Account)

بنک رکھتے ہیں کہ انہیں سود لینے سے نفرت ہے۔ غیر سودی نظام میں ایسی تمام رقوم چالو کھاتہ سے نکل کر کاروبار مضاربت یا شراکت کے لیے بچت کھاتوں میں چلی جائیں گی اور چالو کھاتے میں کمی واقع ہو جائے گی۔ پھر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جو سرے سے بنک میں رقوم "برائے حفاظت" رکھوانے کے بھی روادار نہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ آخر بنک ہماری رقوم سے سود کاروبار کا فائدہ تو بنک اٹھائے اور اس گناہ کے کاروبار میں حصہ ہمارا بھی ہے۔ موجب ارشادِ باری تعالیٰ:۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۳/۸۵)　　اور کسی گناہ یا زیادتی کے کام میں مت تعاون کرو۔

وہ اس چیز سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنی رقوم کی حفاظت کا انتظام گھر پر یا دوسرے ذرائع سے کر لیتے ہیں۔ غیر سودی نظام میں یہ تمام رقوم گھروں سے نکل کر بنکوں میں چلی جائیں گی۔ اور چالو کھاتے کی رسد برقرار رہے گی۔ مالدار طبقہ اپنی رقوم کا ایک حصہ گھر پر رکھتا ہے۔ تاکہ حکومت کے عائد کردہ ٹیکسوں سے بچ سکے!

اسلامی نظام معیشت میں نظام زکوٰۃ و کفالت رائج ہوتا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کو ایسی رقوم گھر پر رکھنے کا چنداں فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ زکوٰۃ ایک اہم فریضہ، مالی عبادت اور اللہ کا مسلمانوں پر حق ہے۔ اور اس میں ہیر پھیر بزعم خویش خدا کو اور حقیقتاً خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کے لیے زکوٰۃ کی صحیح ادائیگی کے بغیر کوئی مفر نہیں ہے۔ اندریں صورت گھروں میں محفوظ ایسی تمام رقوم بھی بنکوں کے حوالہ کر دی جائیں گی۔ لہٰذا گمان غالب یہی ہے کہ، بنکوں میں سرمایہ کی فراہمی کم ہونے کی بجائے بڑھ جائے گی۔!

**سود اور سرمایہ کاری**

اب اس دلیل کے دوسرے حصہ کی طرف آیئے کہ سود کی وجہ سے جو بچتیں بنک کے حوالہ کی جاتی ہیں۔ تو اس سے ملک صنعت تجارت کو "حیات بخش خون" (سرمایہ) مہیا ہوتا ہے۔ جس سے ملکی پیداوار اور قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ روزگار عام ہوتا ہے اور خوشحالی بڑھتی ہے۔ اگر سود کو ختم کر دیا جائے تو ملک کی اقتصادی ترقی کی رفتار رک جائے گی۔!

اسلام نے نفع آور اغراض کے لیے سود کی بجائے تجارت کی راہ دکھلائی ہے۔!

جس کی تفصیلات ہم نے کسی دوسرے موقع پر پیش کر دی ہیں۔ اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ بنک یا ایسے ادارے کون کون سے طریقوں پر عمل کر کے تجارت میں خسارے کے احتمالات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ تجارت و صنعت کی صورت میں بمقابلہ سود نفع کے امکانات زیادہ ہیں۔ بنک دراصل سرمایہ اور محنت کے درمیان ایک ایجنٹ کا کردار ادا کرتا ہے۔ یہ ایجنٹ ہی اگر یقینی منافع یا سود کے بجائے نفع و نقصان میں شراکت کا کردار ادا کرے۔ تو اشیائے صرف کی قیمتوں میں معتدبہ کمی واقع ہو سکتی ہے۔ اور گرانی کا کسی حد تک سدِّ باب بھی ہو سکتا ہے۔ پھر جب غیر سودی معیشت میں بھی یہ حیات بخش خون ملکی صنعت و تجارت کو مہیا ہو سکتا ہے، تو پھر آخر سود کے جواز پر اتنا زور صرف کرنے کی وجہ جواز کیا ہے۔!

بلاشبہ تجارتی بنیادوں پر سرمایہ دار کی خدمت کرنے سے سودی نظام سے کہیں بہتر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ سرمایہ و محنت کے اشتراک عمل سے کاروباری مزاحمت کم ہو گی۔ لہٰذا گرانی بھی کم ہو گی۔ کساد بازاری کا رجحان بھی ختم ہو گا۔ قومی آمدنی بھی بڑھے گی۔ فی کس آمدنی میں بھی اضافہ ہو گا۔ تھوڑے بہت لوگوں کو حسب ضرورت سرمایہ دار اور روزگار بھی میسّر آئے گا۔ مگر اس طرح بھی مملکت پوری طرح فلاحی مملکت نہ بن سکے گی۔ گردشِ زر کا دائرہ ۔ محدود ہی رہے گا۔! اور غریبوں کے مسائل پوری طرح حل نہ ہو سکیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم نے سرمایہ کاری کے لیئے وہی راہ اختیار کی ہے جو سرمایہ داری نظام کے لیے مختص اور سرمایہ دار ہی کی خدمت پہ مامور ہے بالفاظ دیگر یہ نتائج اس وقت ہوں گے۔ جب کسی ملک میں نظام معیشت تو سرمایہ دارانہ ہی رائج ہو۔ لیکن بنکوں سے سود کو ختم کر دیا جائے۔!

**سرمایہ کاری اور اسلام**

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں سرمایہ کاری کا میدان تاجر زمیندار اور صنعت کار ہے۔ عوام کی بچتیں انہیں حضرات کے سامنے لا کر ڈھیر کی جاتی ہیں۔ تاکہ وہ اور بھی پھلیں پھولیں۔ اور اس کے عوض بنک ان سے سود لیتا ہے۔ پھر اس سود کا کچھ حصّہ بچتیں فراہم کرنے والوں کو دیتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں سرمایہ کاری کا میدان غریب طبقہ ہے۔ اُمراء سے ان کی بچتوں کا ایک حصّہ قانوناً وصول کر کے غریب طبقہ میں تقسیم کیا جاتا ہے علاوہ ازیں امراء کو ہدایت

کی گئی ہے۔ کہ وہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی بوقت اس غریب طبقے کا خیال رکھیں۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ غریب طبقہ کی مدمنت سے سرمایہ کاری کیونکہ ہوتی ہے۔ اور وہ قومی معیشت پر کیا پھل لاتی ہے۔

فرض کیجئے کہ کسی مخصوص معاشرے کا میلان بچت ہے۔ بالفاظ دیگر ایک عام آدمی کی ماہوار آمدنی تین سو روپے ہے، جس میں سے وہ ۲۰۰/ روپے اشیائے ضرورت پر صرف کرتا ہے اور ۱۰۰ روپے ماہوار بچاتا ہے۔ علم معاشیات کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ایک شخص کا خرچ دوسرے کی آمدنی ہوتی ہے۔ یعنی جس شخص نے ۳۰۰ روپے کمائے ہیں تو یہ کسی دوسرے کا خرچ ہے اور یہ جو ۲۰۰/ روپے خرچ کرے گا۔ تو یہ دوسروں کی آمدنی ہوگی۔ مثلاً زید بازار میں جاکر ۱۰/ روپے کا گوشت خریدتا ہے ۲۰/ روپے کا کپڑا، ۵/ روپے کی ڈاکٹر سے دوا لاتا ہے۔ اور ۲/ روپے میں حجام سے حجامت بنواتا ہے تو زید کا یہ ۳۷/ روپے کا خرچ قصاب، کپڑا فروش، ڈاکٹر اور حجام کی آمدنی ہے، اب دیکھیے ایک شخص نے ایک ہزار روپے تنخواہ پائی تو یہ آدمی اسی مخصوص میلانِ بچت کے تحت ۶۶۶/ روپے تو خرچ کر دے گا۔ اور ۳۳۳/ روپے بچا لے گا اس کا ۶۶۶/ روپے کا خرچ دوسروں کی آمدنی ہے اب یہ دوسرے لوگ بھی یہ ۶۶۶/ روپے دبا کر نہیں بیٹھ جائیں گے۔ بلکہ اس میں سے اسی مخصوص میلان بچت کے تحت ۴۴۴ روپے خرچ کر دیں گے جو دوسروں کی آمدنی ہوگی۔ اسی طرح قومی آمدنی میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک ہزار روپے کا خرچ یا سرمایہ کاری کئی مراحل کے بعد قومی آمدنی میں تین ہزار روپے کے اضافہ کا سبب بنے گا اور یہ خرچ یا قومی آمدنی میں اضافہ بالآخر ان لوگوں کی جیب میں چلا جائے گا جو اشیائے صرف پیدا کرتے ہیں۔ اس اضافہ کو درج ذیل نقشہ سے واضح کیا جا سکتا ہے۔

| | |
|---|---|
| پہلا مرحلہ | ۱۰۰۰/ روپے |
| دوسرا مرحلہ | ۶۶۶/ روپے |

---

۱ـ قومی آمدنی میں اضافہ کی یہ رفتار علم معاشیات میں اصول ضارب (PRINCIPLE OF MULTIPLIER) سے واضح کی جاتی ہے!

تیسرا مرحلہ ۴۴۴ روپے
چوتھا مرحلہ ۲۹۶ روپے
پانچواں مرحلہ ۱۹۷ روپے
. . . . . . . . " "
. . . . . . " "
آخری مرحلہ . . . . " "

کل میزان ۳۰۰۰ روپے

اب اگر یہی معاشرہ اپنی بچت ⅓ میں سے آدھا صدقات و زکوٰۃ کے ذریعے غربا میں تقسیم کر دے۔ یعنی اس کا میلان صرف ۵/۶ ہو جائے اور میلان بچت ⅙ تو اتنے ہی مراحل گزرنے کے بعد قومی آمدنی میں ۶۰۰۰ روپے کا اضافہ ہو جائے گا۔ اس طرح اگر میلانِ صرف بڑھ کر ۹/۱۰ ہو جائے۔ اور میلانِ بچت ۱/۱۰ رہ جائے تو اتنے ہی مراحل گزرنے کے بعد قومی آمدنی میں دس ہزار روپے کا اضافہ ہوگا۔ اور یہ سب اضافہ اشیائے صرف پیدا کرنے والے یعنی امیر طبقہ کی طرف جائے گا۔ اور گردشِ زر میں اضافہ بھی ہو جائے گا۔ ان مراحل کو درج ذیل نقشہ سے واضح کیا جاتا ہے۔

| مراحل | میلان بچت ⅓ کے بعد صرف دولت یا قومی آمدنی میں اضافہ | میلان بچت ⅙ کے بعد صرف دولت یا قومی آمدنی میں اضافہ | میلان بچت ۱/۱۰ کے بعد صرف دولت یا قومی آمدنی میں اضافہ |
|---|---|---|---|
| پہلا مرحلہ | ۱۰۰۰ | ۱۰۰۰ | ۱۰۰۰ |
| دوسرا مرحلہ | ۶۶۶ | ۸۳۳ | ۹۰۰ |
| تیسرا مرحلہ | ۴۴۴ | ۶۹۴ | ۸۱۰ |
| چوتھا مرحلہ | ۲۹۶ | ۵۷۸ | ۷۲۹ |
| پانچواں مرحلہ | ۱۹۷ | ۴۸۱ | ۶۵۷ |
| . . . | . . . | . . . | . . . |
| آخری مرحلہ | . . . | . . . | . . . |
| کل میزان | ۳۰۰۰ | ۶۰۰۰ | ۱۰۰۰۰ |

یہ رقم جو خرچ کے باعث قومی پیداوار میں مزید اضافے کا سبب بنی ہے۔ یعنی دوسری صورت میں پہلی سے مزید ۳۰۰۰ روپے کا اضافہ اور تیسری صورت میں مزید ۷۰۰۰ روپے کا اضافہ۔ یہ سب کچھ اشیائے صرف پیدا کرنے والے طبقہ یعنی سرمایہ دار کے پاس از خود پہنچ جائے گا۔ اور یہ اس کا حقیقی اور ذاتی سرمایہ ہوگا۔ جو اس کی اپنی اشیاء کی فروخت حاصل شدہ ہوگا۔ اور جس کے لیے اسے کسی بنک کے پاس قرض لینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ سرمایہ دار کی رہی سہی ضرورت بنک اپنے ذاتی سرمایہ سے پوری کر دیں گے۔ اور بنکوں کو بھی، کارخانہ داروں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بچتیں اکھٹی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جس کے لیے وہ طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔

نقشہ بالا میں دوسرے مرحلے پر دوسری صورت میں ۱۶۷۱ روپے پہلی صورت سے زائد
اور تیسری صورت میں ۲۴۴۷ " " " دکھلائے گئے ہیں

گویا اتنی رقم کی مزید غریب طبقہ میں سرمایہ کاری ہوتی ہے۔ اگر اتنی ہی رقم بنک کی معرفت سرمایہ کاری میں صرف ہوتی ہے تو قومی آمدنی میں کہیں اتنا اضافہ نہ پیدا کر سکتی تھی رہا یہ سوال کہ یہ مراحل کتنی مدت میں طے ہوتے ہیں، تو اس کا انحصار دو باتوں پر ہے۔

(۱) دولت کی گردش کا دائرہ کتنا وسیع اور عمیق ہے۔ اگر دولت صرف متوسط اور امیر طبقہ میں ہی گردش کرتی رہے (جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہوتا ہے) تو یہ دائرہ بہت محدود ہوگا۔ کیونکہ غریب طبقے کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور اگر یہ گردش غریب طبقے تک بھی پہنچ گئی تو یہ دائرہ دوگنے سے بھی زیادہ وسیع ہو جائے گا۔

(۲) جس طبقے میں دولت خرچ ہو رہی ہے۔ اس کی ضرورت کتنی شدید ہے۔ جتنی یہ ضرورت شدید ہوگی۔ اتنی ہی دولت تیزی سے گردش کرے گی۔ اگر کسی غریب آدمی کو ایک سو روپیہ مل جائے تو عین ممکن ہے کہ وہ اسے ایک آدھ دن میں خرچ کر دے۔ کیونکہ اس نے اپنی ضروریات پیسے کی کمی کی وجہ سے عرصہ سے روک رکھی تھیں اور اگر یہی سو روپیہ کی رقم ایک امیر آدمی کو مل جائے تو عین ممکن ہے کہ یہ رقم کئی ماہ تک یوں ہی پڑی رہے کیونکہ اس کی ضروریات تو پہلے سے ہی پوری ہو رہی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام معیشت میں زکوٰۃ و صدقات کو بہت اہمیت حاصل

ہے ۔ زکوٰۃ ہو یا صدقات وخیرات ۔ مال غنیمت ہو یا مالِ فے ہر ہر مقام پر غرباء و مساکین کی ضروریات پر توجہ دینے کی تاکید کی گئی ہے ۔ کیونکہ غریب طبقہ کی ضرورت پوری کرتے رہنے سے دولت کی گردش کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور یہی حقیقی سرمایہ کاری ہے ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر امیر طبقہ اپنا ہی ذاتی خرچ بڑھا کر میلان بچت کم کر دے ۔ تو کیا نظریاتی طور پر وہی نتائج برآمد ہوں گے ۔ جو اوپر بیان ہوئے ہیں ۔؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو پھر بچت کو غریبوں میں تقسیم کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نظریاتی طور پر وہی نتائج برآمد ہونے چاہئیں لیکن ان مراحل کی رفتار اتنی دھیمی ہوگی ۔ جسے معاشرہ محسوس بھی نہ کر سکے گا ۔ مندرجہ بالا دونوں وجوہ کی بنا پر ۔ یعنی میلانِ صرف کی تنگی اور عدمِ ضرورت ، متوقع نتائج کبھی برآمد نہ ہو سکیں گے ۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں قرآن کریم نے اسراف کو ایک اخلاقی جرم قرار دیا ہے اور ،

| | |
|---|---|
| وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (۶/۱۴۲) | اور بے جا نہ اڑاؤ ۔ کیونکہ خدا بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۔ |

کہہ کر فضول خرچی یا اپنی ذات پر ضرورت سے زائد خرچ کرنے سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے ۔ وہاں میلانِ صرف کو تنگ اور محدود رکھنے سے بھی منع فرما دیا ۔ ارشادِ ربانی ہے ۔!

| | |
|---|---|
| مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (۵۹/۷) | جو مالِ خدا نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ خدا کے اور پیغمبر کے اور قرابت والوں کے اور یتیموں ، حاجتمندوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہیں کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے ۔! |

سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور اسلامی نظام معیشت میں گردشِ زر کی رفتار کو واضح کرنے کے لیے ایک مثال پیش کی جاتی ہے ۔ معاشرہ کی مثال اس گہرے پانی کی سی ہے ۔

جو کسی کھلے منہ والے برتن میں پڑا ہو۔ ہوا کی لہریں پانی کی اوپر کی سطح کو متحرک رکھتی ہیں جس کا اثر تھوڑا بہت درمیانی حصہ تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ لیکن نچلا حصہ بالعموم ساکن رہتا ہے! یا بہت کم اثر قبول کرتا ہے۔ یہی صورت حال سورج کی گرمی کی بھی ہے کہ وہ پانی کی اوپر کی سطح کو گرم کر دیتا ہے۔ جس کا اثر درمیانی حصہ تک بھی کچھ نہ کچھ پہنچ جاتا ہے۔ لیکن گہرائی والا پانی عموماً ٹھنڈا ہی رہتا ہے یا بہت کم اثر پذیر ہوتا ہے۔ یہ صورت حال سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں واقع ہوتی ہے۔ جہاں غریب کا کوئی بھی ہر سان حال نہیں ہوتا روپے کی گردش صرف اسی حد تک ہوتی ہے کہ وہ بمشکل گزر اوقات کر سکتے ہیں یا اپنا وجود قائم رکھ سکتے ہیں۔

اور اسلامی نظام معیشت کی مثال یہ ہے۔ جیسے اس پانی کو نیچے سے آگ کے ذریعہ جوش دے دیا جائے۔ تو پانی نیچے اٹھ کر تمام پانی کو گرم اور متحرک کر دے گا۔ اوپر کے پانی کو نیچے آنا پڑے گا۔ اور نیچے کا پانی ضرور اوپر اٹھے گا کیونکہ امراکی دولت میں جو اسلام نے غریب کا حق مقرر کیا ہوا ہے۔ وہ صرف خیرات نہیں کہ امیر لوگ محض اپنی مہربانی سے کسی پر نظر کرم کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائیں اور پھر یہ بھی چاہیں کہ وہ غریب ان کے ممنون احسان بھی ہوں تو جس طرح جوش کھایا ہوا پانی سارے پانی کو متحرک بنا دیتا ہے، اسی طرح غریب طبقہ میں سرمایہ کاری کی تخم ریزی گردش دولت کی رفتار کو کئی گنا تیز تر کر دیتی ہے۔ اور یہ تو علم معاشیات کا مسلمہ اصول ہے کہ گردش دولت کی رفتار جتنی تیز ہو گی۔ معاشرہ کی معیشت اسی رفتار سے مضبوط ہوتی جائیگی! لہٰذا اسلامی نظام معیشت میں سرمایہ دار کو ایسے حیات بخش خون کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جس کی بنیاد سودی بچتوں پر ہو۔

---